مجموعہ اشتہارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلد دوم

از ۱۸۹۴ء تا ۱۸۹۷ء

الناشر
الشركة الاسلامية لمیٹڈ ربوہ

بھی جان نہیں تو اُن سو ڈیڑھ سو مولویوں سے مدد لیں جنہوں نے بغیر سوچے سمجھے کے مسلمانوں کو کافر اور جہنم ابدی کی سزا کے لائق ٹھہرایا اور بڑے تکبر سے اپنے تئیں مولوی کے نام سے ظاہر کیا۔ اگر وہ ایک ایک جزو لکھ کر دیں تو شیخصاحب بمقابل اس رسالہ کے ڈیڑھ سو جزو کا رسالہ شائع کر سکتے ہیں لیکن اگر شیخصاحب نے پھر بھی ایسا کر نہ دکھایا تو پھر بڑی بے شرمی ہوگی کہ آیندہ **مولوی** کہلاویں بلکہ مناسب ہے کہ آئندہ جھوٹھ بولنے اور جھوٹ بلوانے سے پرہیز کریں۔ یہ **شیخ** کا نام آپ کیلئے کافی ہے جو باپ دادے سے چلا آتا ہے یا منشی کا نام بہت موزون ہوگا۔ لیکن ابھی یہ بات قابلِ آزمایش ہے کہ آپ منشی بھی ہیں یا نہیں۔ منشی کے لئے ضروری ہے کہ فارسی نظم میں پوری دسترس رکھتا ہو مگر میری نظر سے اب تک آپ کا کوئی فارسی دیوان نہیں گذرا۔ بہرحال اگر ہم رعایت اور چشم پوشی کے طور پر آپ کا منشی ہونا مان بھی لیں اور فرض کر لیں کہ آپ منشی ہیں گو منشیانہ لیاقتیں آپ میں پائی نہیں جاتیں تو چنداں حرج نہیں کیونکہ منشی گری کو ہمارے دین سے کچھ تعلق نہیں۔ لیکن ہم کسی طرح مولوی کا خطاب ایسے نادانوں کو دے نہیں سکتے جن کو ہم پانچہزار روپیہ تک انعام دینا کریں تب بھی اُن کی مُردہ رُوح میں کچھ قوتِ مقابلہ ظاہر نہ ہو۔ ہزار لعنت کی دھمکی دیں کچھ غیرت نہ آوے تمام دنیا کو مددگار بنانے کے لئے اجازت دیں تب بھی ایک جھوٹے مُنہ سے بھی ہاں نہ کہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر مولوی کا لقب دیا جاوے تو کیا بجز مسلمانوں کے کافر بنانے کے کچھ اور بھی ان میں لیاقت ہے۔ ہرگز نہیں۔ چار حدیثیں پڑھ کر نام شیخ الکل، نعوذ باللہ من فتن ہذا الدھر و اھلہا و نعوذ باللہ من جہلات الجاھلین۔

یہ بھی واضح رہے کہ ہر یک باحیاد شمن اپنی دشمنی میں کسی حد تک جا کر ٹھہر جاتا ہے۔ اور ایسے جھوٹوں کے استعمال سے اس کو شرم آجاتی ہے جن کی اصلیت کچھ بھی نہ ہو۔ مگر افسوس کہ شیخصاحب نے کچھ بھی اس انسانی شرم سے کام نہیں لیا۔ جہانتک ضرر رسانی کے وسائل اُن کے ذہن میں آئے انہوں نے سب استعمال کئے اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ اوّل تو لوگوں کو اُٹھایا کہ یہ شخص کافر ہے اور دجّال ہے اس کی ملاقات سے پرہیز کرو اور جہانتک ہوسکے اس کو ایذا دو۔

اور ہر یک ظلم سے اس کو دکھ دو۔ سب ثواب کی بات ہے۔ اور جب اس تدبیر میں ناکام رہے تو گورنمنٹ انگریزی کو مشتعل کرنے کے لئے کیسے کیسے جھوٹ بنائے۔ کیسے کیسے مفتریات سے مدد لی لیکن یہ گورنمنٹ دوراندیش اور مردم شناس گورنمنٹ ہے۔ سکھوں کے قدم پر نہیں چلتی کہ دشمن اور خودغرض کے منہ سے ایک بات سن کر افروختہ ہو جائے بلکہ اپنی خداداد عقل سے کام لیتی ہے۔ سو گورنمنٹ دانشمند نے اس شخص کی تحریروں پر کچھ توجہ نہ کی۔ اور کیونکر توجہ کرتی۔ اس کو معلوم تھا کہ ایک خودغرض دشمن نفسانی جوش سے جھوٹی مخبری کر رہا ہے۔ گورنمنٹ کو اس عاجز کے خاندان کے خیرخواہ ہونے پر بصیرت کامل تھی اور گورنمنٹ خوب جانتی تھی کہ یہ عاجز عرصہ چودہ سال سے بخلاف ان تمام مولویوں کے باربار یہ مضمون شائع کر رہا ہے کہ ہم لوگ جو گورنمنٹ برطانیہ کے رعیت ہیں ہمارے لئے اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گورنمنٹ ھذا کے زیر اطاعت رہنا اپنا فرض ہے اور بغاوت کرنا حرام اور جو شخص بغاوت کا طریق اختیار کرے یا اس کے لئے کوئی مفسدانہ بنا ڈالے یا ایسے مجمع میں شریک ہو یا رازدار ہو تو وہ اللہ اور رسول کے حکم کی نافرمانی کر رہا ہے۔ اور جو کچھ اس عاجز نے گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیرخواہ بننے کیلئے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے وہ سب سچ ہے۔ نادان مولوی نہیں جانتے کہ جہاد کے واسطے شرائط ہیں سکھا شاہی لوٹ مار کا نام جہاد نہیں اور رعیت کو اپنی محافظ گورنمنٹ کے ساتھ کسی طور سے جہاد درست نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک گورنمنٹ اپنی ایک رعیت کے جان اور مال اور عزت کی محافظ ہو اور ان کے دین کے لئے بھی پوری پوری آزادی عبادات کے لئے دے رکھی ہو لیکن وہ رعیت موقعہ پا کر اس گورنمنٹ کو قتل کرنے کو تیار ہو یہ دین نہیں بلکہ بے دینی ہے اور نیک کام نہیں بلکہ ایک بدمعاشی ہے۔ خداتعالیٰ ان مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے کہ جو اس مسئلہ کو نہیں سمجھتے اور اس گورنمنٹ کے تحت میں ایک منافقانہ زندگی بسر کر رہے ہیں جو ایمانداری سے بہت بعید ہے۔ ہم نے سارا قرآن شریف تدبّر سے دیکھا مگر نیکی کی جگہ بدی کرنے کی تعلیم کہیں نہیں پائی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس گورنمنٹ کی قوم مذہب کے بارے

میں نہایت غلطی پر ہے۔ وہ اس روشنی کے زمانہ میں ایک انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور ایک عاجز مسکین کو ربّ العالمین کا لقب دے رہے ہیں۔ مگر اس صورت میں تو وہ اَور بھی رحم کے لائق اور راہ دکھانے کے محتاج ہیں کیونکہ وہ بالکل صراطِ مستقیم کو بھول گئے اور دُور جا پڑے ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ ان کے احسان یاد کر کے اُن کے لئے جنابِ الٰہی میں دعا کریں کہ اے خداوند قادر ذوالجلال ان کو ہدایت بخش اور ان کے دلوں کو پاک توحید کے لئے کھول دے اور سچّائی کی طرف پھیر دے تا وہ تیرے سچے اور کامل نبی اور تیری کتاب کو شناخت کرلیں اور دینِ اسلام اُن کا مذہب ہو جائے۔ ہاں پادریوں کے فتنے حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں اور ان کی، مذہبی گورنمنٹ ایک بہت شور ڈال رہی ہے۔ مگر اُن کے فتنے تلوار کے نہیں ہیں قلم کے فتنے ہیں۔ سو اے مسلمانوں تم بھی قلم سے ان کا مقابلہ کرو اور حد سے مت بڑھو۔ خدا تعالےٰ کا منشا قرآن شریف میں صاف پایا جاتا ہے کہ قلم کے مقابل پر قلم ہے اور تلوار کے مقابل پر تلوار۔ مگر کہیں نہیں سُنا گیا کہ کسی عیسائی پادری نے دین کے لئے تلوار بھی اُٹھائی ہو۔ پھر تلوار کی تدبیریں کرنا قرآن کریم کو چھوڑنا ہے بلکہ صاف بے راہی اور الٰہی ہدایت سے سرکشی ہے جن میں روحانیت نہیں وہی ایسی تدبیریں کیا کرتے ہیں جو اسلام کا بہانہ کرکے اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کو سمجھ بخشے۔ افغانی مزاج کے آدمی اس تعلیم کو بُرا مانیں گے۔ مگر ہم کو اظہار حق سے غرض ہے نہ اُن کے خوش کرنے سے اور نہایت مضر اعتقاد جس سے اسلام کی روحانیت کو بہت ضرر پہنچ رہا ہے یہ ہے کہ یہ تمام مولوی ایک ایسے مہدی کے منتظر ہیں جو تمام دنیا کو خون میں غرق کر دے اور خروج کرتے ہی قتل کرنا شروع کر دے اور یہی علامتیں اپنے فرضی مسیح کی رکھی ہوئی ہیں کہ وہ آسمان سے اُترتے ہی تمام کافروں کو قتل کر دے گا اور وہی بچے گا جو مسلمان ہو جائے۔ ایسے خیالات کے آدمی کسی قوم کے سچے خیر خواہ نہیں بن سکتے بلکہ ان کے ساتھ اکیلے سفر کرنا بھی خوف کی جگہ ہے۔ شاید کسی وقت کافر سمجھ کر قتل نہ کر دیں۔ اور اپنے اندر کے کفر سے بے خبر ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے بیہودہ مسائل کو اسلام کی جُز قرار دینا اور نعوذ باللہ قرآنی تعلیم سمجھنا

اسلام سے ہنسی کرنا ہے اور مخالفوں کو ٹھٹھے کا موقعہ دینا ہے۔ کوئی عقل اس بات کو تجویز نہیں کر سکتی کہ کوئی شخص آتے ہی بغیر اتمام حجت کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دے یا جس گورنمنٹ کے تحت میں زندگی بسر کرے اسی کی تباہی کی گھات میں لگا رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی رُوحیں بکلّی مسخ ہو چکی ہیں اور انسانی ہمدردی کی خصلتیں بتمامہا ان کے اندر سے مسلوب ہو گئی ہیں یا خالق حقیقی نے پیدا ہی نہیں کیں۔ خدا تعالیٰ ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے۔ نہ معلوم کہ ہمارے اس بیان سے وہ لوگ کس قدر جلیں گے اور کیسے مُنہ مروڑ مروڑ کر کافر کہیں گے مگر ہمیں ان کی اس تکفیر کی کچھ پروا نہیں۔ ہر ایک شخص کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ہمیں قرآن شریف کی کسی آیت میں یہ تعلیم نظر نہیں آتی کہ بے اتمام حجت مخالفوں کو قتل کرنا شروع کر دیا جاوے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک کفّار کے جور و جفا پر صبر کیا۔ بہت سے دُکھ دیئے گئے دم نہ مارا۔ بہت سے اصحاب اور عزیز قتل کئے گئے ایک ذرہ مقابلہ نہیں کیا اور دکھوں سے پیسے گئے مگر سوائے صبر کے کچھ نہیں کیا۔ آخر جب کفار کے ظلم حد سے بڑھ گئے، اور انہوں نے چاہا کہ سب کو قتل کر کے اسلام کو نابود ہی کر دیں تب خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو اُن بھیڑیوں کے ہاتھ سے مدینہ میں سلامت پہنچا دیا۔ حقیقت میں وہی دن تھا کہ جب آسمان پر ظالموں کو سزا دینے کے لئے تجویز ٹھہر گئی ؎

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد ✿ ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

مگر افسوس کہ کافروں نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ قتل کے لئے تعاقب کیا اور کئی چڑھائیاں کیں۔ اور طرح طرح کے دُکھ پہنچائے۔ آخر وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے بے شمار گناہوں کی وجہ سے اس لائق ٹھہر گئے کہ اُن پر عذاب نازل ہو۔ اگر اُن کی شرارتیں اس حد تک نہ پہنچتیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہرگز تلوار نہ اُٹھاتے۔ مگر جنہوں نے تلواریں اُٹھائیں اور خدا تعالیٰ کے حضور میں بیباک اور ظالم ثابت ہوئے وہ تلواروں سے ہی مارے گئے۔ غرض جہاد نبوی کی یہ صورت ہے جس سے اہل علم بے خبر نہیں اور قرآن میں یہ ہدایتیں موجود ہیں کہ جو لوگ نیکی کریں تم بھی ان کے

ساتھ نیکی کرو۔ جو تمہیں پناہ دیں اُن کے شکر گزار بنے رہو اور جو لوگ تمہیں دکھ نہیں دیتے ان کو تم کبھی دُکھ مت دو۔ مگر اس زمانہ کے مولویوں کی حالت پر افسوس ہے کہ وہ نیکی کی جگہ بدی کرنے کو تیار ہیں اور ایمانی رُوحانیت اور انسانی رحم سے خالی۔

اللّٰھم اصلح امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اٰمین۔

(یہ اشتہار سر الخلافہ مطبوعہ ریاض ہند امرتسر محرم ۱۳۱۲ھ صفحہ ۶۸ تا صفحہ ۷۲ سے نقل کیا)

---

(۱۱۹)

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا ست کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتح اسلام

لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً

واضح ہو کہ وہ پیشگوئی جو امرتسر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء میں کی گئی تھی جس کی آخری تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور حکم کے موافق ایسے طور سے اور ایسی صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہو گئی کہ ایک منصف اور دانا کو بجز اس کے ماننے اور قبول کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ ہاں ایک متعصب اور احمق یا جلد باز جو ان واقعات اور حوادث کو یکجائی نظر سے دیکھنا نہیں چاہتا جو پیشگوئی کے بعد فریق مخالف میں

(۱۲۶)

اشتہار لائق توجّہ گورنمنٹ

جو

جناب ملکہ معظّمہ قیصرۂ ہند اور جناب گورنر جنرل ہند اور لفٹننٹ گورنر پنجاب اور دیگر معزز حکّام کے ملاحظہ کے لئے شایع کیا گیا

سول ملٹری گزٹ کے پرچہ ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۴ء میں میری نسبت ایک غلط اور خلاف واقعہ رائے شایع کی گئی ہے جس کی غلطی گورنمنٹ پر کھولنا ضرور ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب راقم نے اپنی غلط فہمی یا کسی اہل غرض کے دھوکہ دینے سے ایسا اپنے دل میں میری نسبت سمجھ لیا ہے کہ گویا میں گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور مخالفانہ ارادے اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ لیکن یہ خیال ان کا سراسر باطل اور دور از انصاف ہے۔ اگر ان کو سچے واقعات سے کچھ بھی خبر ہوتی تو اس قدر قابل شرم جھوٹ پر ان کا ہاتھ اور قلم ہرگز دلیری نہ کرتا۔ یہ بات گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں کہ یہ راقم ایک نیک نام خاندان میں سے ہے اور میرا والد میرزا غلام مرتضیٰ صاحب ایک نیک نام اور معزز رئیس تھے جنہوں نے ہر یک موقعہ پر عمدہ عمدہ خدمات بجا لا کر اپنے تئیں مورد مراحم گورنمنٹ ثابت کیا تھا اور گورنری دربار میں ان کو کرسی ملتی تھی۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کی خدمات ان کی ایسی تھیں کہ وہ ایک پختہ ثبوت اس خیر خواہی اور خیر اندیشی کا ہے جو قدیم سے اس خاندان سے ہوتی رہی۔ یعنی یہ کہ انہوں نے (عین ان ایام میں کہ ہندوستان میں آتش فساد اور مفسدہ پھیل رہی تھی اور قدرتی اتفاق سے رعایا کے لئے یہ موقعہ پیش آیا تھا کہ وہ اس بات میں آزمائی جائیں کہ

کہاں تک وہ گورنمنٹ برطانیہ کے خیرخواہ ہیں) اپنے افعال سے صاف طور پر بار بار حکام پر ظاہر کر دیا کہ ہم تمام مال و جان سے اپنی طاقت اور حیثیت کے موافق گورنمنٹ برطانیہ کی امداد کے لئے حاضر ہیں۔ اور نہ صرف یہی بلکہ پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس سوار بھی بہم پہنچا کر ۱۸۵۷ء کے شور و غدر کے وقت میں گورنمنٹ کی نذر کئے۔ اور پھر دوسری مرتبہ چودہ گھوڑے نذر کئے۔ اور اسی طرح وہ اور وقتوں میں بھی خدمات گورنمنٹ میں مشغول رہے اور وقتاً فوقتاً خوشنودی کی چٹھیات پاتے رہے اور انعام بھی ملتے رہے* اور چالیس برس اپنی عمر عزیز کے انہی خدمات میں انہوں نے بسر کئے اور پھر بعد اُن کے انتقال کے بڑا بیٹا بھائی میرزا غلام قادر خدمات گورنمنٹ میں مشغول رہا۔ اور پھر ان کے بعد میں ایک گوشہ نشین آدمی تھا جس کی دنیوی طریق پر زندگی نہیں تھی اور نہ اس کے کامل اسباب مہیا تھے۔ تاہم میں نے برابر ۱۶ برس سے یہ اپنے پر حق واجب ٹھیرا لیا کہ اپنی قوم کو اس گورنمنٹ کی خیرخواہی کی طرف بلاؤں اور ان کو سچی اطاعت کی طرف ترغیب دوں چنانچہ میں نے اس مقصد کی انجام دہی کیلئے اپنی ہر یک تالیف میں یہ لکھنا شروع کیا کہ اس گورنمنٹ کے ساتھ کسی طرح مسلمانوں کو جہاد درست نہیں۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ بار بار اس بات پر زور دیا کہ چونکہ گورنمنٹ برطانیہ برٹش انڈیا کی رعایا کی محسن ہے اس لئے مسلمانان ہند پر لازم ہے کہ نہ صرف اتنا ہی کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے مقابل پر بد ارادوں سے رکیں بلکہ اپنی سچی شکرگذاری اور ہمدردی کے نمونے بھی گورنمنٹ کو دکھلاویں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ هل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنی احسان کا بدلہ بجز احسان کے اور کچھ نہیں۔ اور یہ بات قطعی اور فیصلہ شدہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ مسلمانان ہند کی محسن ہے کیونکہ

---

* نوٹ: مسٹر گریفن کی کتاب تذکرہ رئیسان پنجاب میں میرے والد صاحب کا مفصل ذکر ہے۔ یاد رہے کہ میرے والد صاحب کا نام میرزا غلام مرتضیٰ اور ان کے والد کا نام میرزا عطا محمد ہے۔ منہ

حاشیہ: دیکھو ازالہ اوہام، شہادۃ القرآن، سرّ الخلافہ، تبلیغ آئینہ کمالات اسلام، حمامۃ البشریٰ، نور الحق وغیرہ

سکھوں کے زمانہ میں ہمارے دین اور دُنیا دونوں پر مصیبتیں تھیں۔ خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو
دُور سے ابر رحمت کی طرح لایا اور ان مصیبتوں سے اس گورنمنٹ کے عہد دولت نے ایک
دم میں ہمیں چھوڑا دیا۔ پس اس گورنمنٹ کا شکر نہ کرنا بدذاتی ہے اور جو شخص ایسے احسانات
دیکھ کر پھر نفاق سے زندگی بسر کرے اور سچے دل سے شکرگذار نہ ہو تو بلاشبہ کافر نعمت ہے [1]
ہماری ایمانداری کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ ہم تہ دل سے اقرار کریں کہ درحقیقت یہ گورنمنٹ
ہماری مُحسن ہے۔ ہم اس گورنمنٹ کے قدوم میمنت لزوم سے ہزاروں بلاؤں سے بچے اور ہمیں
وہ آزادی ملی جس کے ذریعہ سے ہم دین اور دُنیا دونوں درست کر سکتے ہیں۔ پس اگر اب بھی ہم
اس گورنمنٹ کے سچے خیرخواہ نہ ہوں تو خدا تعالیٰ کے سامنے ناشکرے ٹھہرینگے۔ یہ وہ تمام
باتیں ہیں جن کو مَیں نے مختلف کتابوں میں شائع کیا اور سولہ برس تک برابر میں اس خدمت
کو بجا لاتا رہا۔ مگر نہ اس خیال سے کہ ریاکاروں کی طرح گورنمنٹ کو خوش کروں بلکہ میں نے ایمانداری

نوٹ [1]۔ اس زمانہ میں اکثر عیسائی معلموں نے یہ اعتراض غلط فہمی سے اسلام پر کیا ہے کہ اسلام
جبر اور تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ مگر افسوس کہ ایسے معترضوں نے قرآن کریم کی ان تعلیموں پر
غور نہیں کی جن میں لکھا ہے کہ تم دوسری قوموں کے ظلم اور ایذا کی برداشت کر کے نرمی کے ساتھ دعوت
حق کرو خاص کر عیسائیوں کے مقابل پر یہ حکم تھا جادلھم بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ یعنی
جب تو کسی عیسائی معلم کے ساتھ بحث کرے تو حکمت اور نیک نصیحتوں کے ساتھ بحث کر جو نرمی
اور تہذیب سے ہو۔ ہاں یہ سچ ہے کہ بہتیرے اس زمانہ کے جاہل اور نادان مولوی اپنی حماقت
سے یہی خیال رکھتے ہیں کہ جہاد اور تلوار سے دین کو پھیلانا نہایت ثواب کی بات ہے اور وہ پردہ
اور نفاق سے زندگی بسر کرتے ہیں لیکن وہ ایسے خیال میں سخت غلطی پر ہیں اور ان کی غلط فہمی سے الٰہی
کتاب پر الزام نہیں آسکتا۔ واقعی سچائیاں اور حقیقی صداقتیں کسی جبر کی محتاج نہیں ہوتیں بلکہ جبر اس
بات پر دلیل ٹھہرتا ہے کہ روحانی دلائل کمزور ہیں کیا وہ خدا جس نے اپنے پاک رسول پر یہ وحی نازل
کی کہ فاصبر کما صبر اولوا العزم یعنی تو ایسا صبر کر کہ جو تمام اولوا العزم رسولوں کے صبر کے برابر

کی راہ سے فی الحقیقت گورنمنٹ برطانیہ کے احسانات کو ایسا ہی پایا کہ جن کے شکر میں مجھ سے اب تک یہی ہو سکا کہ مَیں بذریعہ ان تالیفات کے مسلمانوں کے خیالات کو درست کروں اور ان کے دل گورنمنٹ کی طرف پھیروں۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ بعض جاہل مولوی میری ان تحریرات سے ناراض ہیں اور مجھے علاوہ اور وجوہ کے اس وجہ سے بھی کافر قرار دیتے ہیں لیکن مجھے ان کی ناراضگی کی کچھ پرواہ نہیں۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ جو شخص بندوں کے احسانات کا شکر گزار نہیں وہ خدا تعالےٰ کا بھی شکر گذار نہیں کیونکہ نیک اندیش اور عادل بادشاہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ پس جو شخص اس بادشاہ کا شکر گذار نہیں اس نے خدا تعالےٰ کی نعمت کو ردّ کیا۔ اور چونکہ مَیں نے دیکھا کہ بلاد اسلامی روم و مصر وغیرہ کے لوگ ہمارے واقعات سے مفصل طور پر آگاہ نہیں ہیں اور جس قدر ہم نے اس گورنمنٹ سے آرام پایا اور اس کے عدل اور رحم سے فائدہ اُٹھایا وہ اس سے بے خبر ہیں اس لئے مَیں نے عربی اور فارسی

بقیہ نوٹ۔ ہو۔ یعنی اگر تمام نبیوں کا صبر اکٹھا کر دیا جائے تو وہ تیرے صبر سے زیادہ نہ ہو اور پھر فرمایا کہ لا اکراہ فی الدّین یعنی دین میں جبر نہیں چاہیئے اور پھر فرمایا کہ جادلھم بالحکمة والموعظة الحسنة یعنی عیسائیوں کے ساتھ حکمت اور نیک وعظوں کے ساتھ مباحثہ کرو نہ سختی سے۔ اور پھر فرمایا والکاظمین الغیظ والعافین عن النّاس۔ یعنی مومن وہی ہیں جو غصہ کو کھا جاتے ہیں اور یاوہ گو اور ظالم طبع لوگوں کے حملوں کو معاف کر دیتے ہیں اور بیہودگی کا بیہودگی سے جواب نہیں دیتے۔ کیا ایسا خدا یہ تعلیم دے سکتا تھا کہ تم اپنے دین کے منکروں کو قتل کر دو اور ان کے مال لُوٹ لو اور ان کے گھروں کو ویران کر دو بلکہ اسلام کی ابتدائی کارروائی جو حکم الٰہی کے موافق تھی صرف اتنی تھی کہ جنہوں نے ظالمانہ طور سے تلوار اُٹھائی وہ تلوار ہی سے مارے گئے اور جیسا کیا ویسا اپنا پاداش پا لیا۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ تلوار کے ساتھ منکروں کو قتل کرتے پھرو یہ تو جاہل مولویوں اور نادان پادریوں کا خیال ہے جس کی کچھ بھی اصلیت نہیں۔ اس لئے خدا نے جو راستی کا حامی ہے اور کسی صداقت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ اس زمانہ میں اس عاجز کو مامور کرکے

میں بعض رسائل تالیف کر کے بلاد شام اور روم اور مصر اور بخارا وغیرہ کی طرف روانہ کئے گئے اور ان میں اس گورنمنٹ کے تمام اوصاف حمیدہ درج کئے اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ اس محسن گورنمنٹ کے ساتھ جہاد قطعاً حرام ہے اور ہزارہا روپیہ خرچ کر کے وہ کتابیں مفت تقسیم کیں اور بعض شریف عربوں کو وہ کتابیں دے کر بلاد شام اور روم کی طرف روانہ کیا اور بعض عربوں کو مکہ اور مدینہ کی طرف بھیجا اور بعض بلاد فارس کی طرف بھیجے گئے اور اسی طرح مصر میں بھی کتابیں بھیجیں۔ اور یہ ہزارہا روپیہ کا خرچ تھا جو محض نیک نیتی سے کیا گیا۔

شاید اس جگہ ایک نادان سوال کرے گا کہ اس قدر خیر خواہی غیر ممکن ہے کہ ہزارہا روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر کے اس گورنمنٹ کی خوبیوں کو تمام ملکوں میں پھیلایا جاوے لیکن ایک عقلمند جانتا ہے کہ احسان ایک ایسی چیز ہے کہ جب ایک شریف اور ایماندار آدمی اس سے تمتع اٹھاتا ہے تو بالطبع اس میں عشق اور محبت کے رنگ میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے

بقیہ نوٹ۔ ارادہ کیا کہ جہاد کا الزام اسلام پر سے اٹھا دے اور لوگوں کو دکھا دے کہ اسلام اپنی ترقیوں میں جبر اور تلوار کا ہرگز محتاج نہیں بلکہ اپنی روحانی طاقت سے دلوں پر اثر کرتا ہے۔ اور جو نادان مولوی جہاد کے مسئلہ کا ورد زبان پر رکھتے ہیں گویا وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کے دامن پاک کو چار طرفہ اعتراضوں کی پلیدی سے آلودہ کریں۔ یہ معقول روشنی کا وقت اسلام کی بریت ظاہر کرنے کا وقت ہے اور بخدا وہ حقیقت میں بری اور نہایت اعلیٰ شان کا مذہب ہے جو اسی خدا کو پیش کرتا ہے جو درحقیقت خدا ہے اور نجات کو کسی بناوٹی کفارہ سے نہیں بلکہ سچی پاکیزگی سے وابستہ کرتا ہے پس اس کی طرف جہاد اور جبر کو منسوب کرنا ایک ظلم صریح ہے۔ ہمارے اس ملک میں وہ لوگ نہایت خطرناک خیالات میں گرفتار ہیں جو ایک ایسے خونی مسیح کے منتظر ہیں جو ان کے زعم میں عیسائیوں کے ساتھ سخت لڑائیاں کر کے ان کی صلیبوں کو توڑ دے گا اور ان کے خنزیروں کو قتل کر دے گا۔ گویا وہ اسلام پر ایک نیا الزام قائم کرانے کے لئے آئے گا نہ پہلے غلط الزاموں کو دور کرنے کے لئے۔ ایسا ہی یہ لوگ ایک خونی مہدی کے منتظر ہیں جو دنیا کو خون سے بھر دے گا بلکہ ایک گروہ ان میں

کرتا اس احسان کا معاوضہ دے۔ ہاں کمینہ آدمی اس طرف التفات نہیں کرتا۔ بس مجھے طبعی جوش نے ان کارروائیوں کے لئے مجبور کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ اگر سول ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر کو ان واقعات کی کچھ بھی اطلاع ہوتی تو وہ ایسی تحریر جو انصاف اور سچائی کے برخلاف ہے ہرگز شائع نہ کرتا۔

میرے اس دعویٰ پر کہ میں گورنمنٹ برطانیہ کا سچا خیرخواہ ہوں دو ایسے شاہد ہیں کہ اگر سول ملٹری جیسا لاکھ پرچہ بھی ان کے مقابلہ پر کھڑا ہو تب بھی وہ دروغگو ثابت ہوگا۔ (اوّل) یہ کہ علاوہ اپنے والد مرحوم کی خدمت کے مَیں سولہ۱۶ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانان ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے۔

بقیہ نوٹ۔ ہے ایک شخص سید احمد نام کا منتظر ہے جس نے سکھوں سے لڑائی کی تھی اور ان کا خیال ہے کہ وہ زندہ ہے اور پھر دنیا میں اس کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ ان کی ایک جماعت پلوسہ کے قریب یاغستان میں پکی بیٹھی ہے اور غالباً اور کئی ان کے ہم خیال ہندوستان میں ہوں گے۔ اسی بنا پر بعض مولویوں سے مفسدانہ حرکات ۱۸۵۷ء میں ظاہر ہوئیں۔ چنانچہ اُن میں سے مولوی عبدالعزیز بلد مولوی محمد ساکن لدھیانہ ہیں جن کی نسبت سرکاری کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بماہ جون ۱۸۵۷ء ہمراہ خود باغی مفسدوں کے ساتھ دہلی چلے گئے اور مفسدوں میں شامل رہے۔ اور پھر ۱۸۵۹ء میں دہلی سے گرفتار ہوئے اور آخر بدمعاشوں کی فہرست میں درج کئے گئے۔ دیکھو روبکار ۱۹ دسمبر ۱۸۵۹ء دفتر ضلع لدھیانہ۔ اور جو فتویٰ تکفیر مولوی نذیر حسین دہلوی کی طرف سے اس عاجز کی نسبت شائع ہوا ہے اور جو اشتہار تکفیر اس فتویٰ پر زور دینے کے لئے اسی عبدالعزیز مولوی اور اس کے بھائیوں کی طرف سے نکلا ہے ان کاغذات کو اگر کبھی گورنمنٹ غور سے دیکھے تو ثابت ہوگا کہ یہ سب لوگ درحقیقت ایک ہی ہیں۔ ایک خونی مہدی اور خونی مسیح کے دن رات منتظر ہیں۔ سول ملٹری گزٹ کی کس قدر سادہ لوحی ہے کہ جو شخص ایسے خیالات کو مٹانا چاہتا ہے اور صلحکاری کی بنیاد ڈالنے والا ہے اسی کو مفسد قرار دیتا ہے اور مفسدوں کے خیالات سے بےخبر ہے۔ والسلام۔ منہ

٢۔ دوسری یہ کہ میں نے کئی کتابیں عربی فارسی تالیف کر کے غیر ملکوں میں بھیجی ہیں جن میں برابر یہی تاکید اور یہی مضمون ہے۔ پس اگر کوئی نااندیش یہ خیال کرے کہ سولہ[١٦] برس کی کارروائی میری کسی نفاق پر مبنی ہے تو اس بات کا اس کے پاس کیا جواب ہے کہ جو کتابیں عربی و فارسی روم اور شام اور مصر اور مکہ اور مدینہ وغیرہ ممالک میں بھیجی گئیں اور ان میں نہایت تاکید سے گورنمنٹ انگریزی کی خوبیاں کی گئی ہیں وہ کارروائی کیونکر نفاق پر محمول ہو سکتی ہے۔ کیا ان ملکوں کے باشندوں سے بجز کافر کہنے کے کسی اور انعام کی توقع تھی۔ کیا سول ملٹری گزٹ کے پاس کسی ایسے خیرخواہ گورنمنٹ کی کوئی اور بھی نظیر ہے؟ اگر ہے تو پیش کریں۔ لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جس قدر میں نے کارروائی گورنمنٹ کی خیرخواہی کے لئے کی ہے اس کی نظیر نہیں ملے گی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ عیسائی مذہب کو میں اس کی موجودہ صورت کے لحاظ سے ہرگز صحیح نہیں سمجھتا۔ کوئی انسان کیسا ہی برگزیدہ ہو اس کو ہم کسی طرح خدا نہیں کہہ سکتے۔ بلاشبہ وہ تعلیم جو انسان کو سچی توحید سکھاتی اور حقیقی خدا کی طرف رجوع دیتی ہے وہ قرآن کریم میں پائی جاتی ہے۔ قرآن بڑی سلوکی سے اسی خدا کو خدا قرار دیتا ہے جو قدیم سے اور ازل سے قانون قدرت کے آئینہ میں نظر آتا رہا ہے اور آ رہا ہے۔ پس جس مذہب کی خدادانی ہی غلط ہے اس مذہب سے عقلمند کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ جو لوگ نفسانی ہستی سے فنا ہو گئے ان کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا سے ہی نکلے ہیں کیونکہ انہوں نے خدا میں ہو کر ایک نئی اور نورانی پیدائش پائی۔ اور خدا نے ان کو اپنے ہاتھ سے ایسا صاف کیا کہ فی الحقیقت وہ ایک نئے طور سے پیدا ہوئے لیکن ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ درحقیقت الٰہ العالمین وہی ہیں۔ خدا میں فانی ہو کر نئی پیدائش پانا کسی ایک انسان سے مخصوص نہیں بلکہ جس نے ڈھونڈا وہ پائے گا اور جو آیا اُسے بلا لیا جائے گا۔ لیکن جس کریم خدا نے ہمیں یہ باتیں سکھائی ہیں اس نے یہ بھی سکھایا ہے کہ ہم محسن گورنمنٹ کے شکرگذار رہیں۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ ہم نیکی دیکھ کر اُس کے عوض بدی کریں بلکہ یہ تعلیم ہے کہ احسان کے عوض احسان کریں اور جو لوگ کسی محسن سلطنت

کے انسان جنت ہو کر پھر اسی کی نسبت بدارادے دل میں رکھتے ہیں وہ وحشی نادان ہیں نہ مسلمان
اور ہم نے اگر کسی کتاب میں پادریوں کا نام دجّال رکھا ہے یا اپنے تئیں مسیح موعود قرار دیا ہے
تو اس جگہ وہ معنی مراد نہیں جو بعض ہمارے مخالف مسلمان سمجھتے ہیں۔ ہم کسی ایسے دجّال کے
قائل نہیں جو اپنا کفر بڑھانے کے لئے خونریزیاں کرے اور نہ کسی ایسے مسیح اور مہدی کے قائل
ہیں جو تلوار کے ذریعہ سے دین کی ترقی چاہے۔ یہ اس زمانہ کے بعض کوتہ اندیش مسلمانوں کی غلطیاں
ہیں جو کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کے منتظر ہیں۔ چاہیئے کہ گورنمنٹ ہماری کتابوں کو دیکھے کہ کس قدر
ہم اس اعتقاد کے دشمن ہیں اور کس قدر عام مولوی اس وجہ سے میرے دشمن ہو گئے ہیں کہ میں نے
ان کے خونی مہدی اور خونی مسیح سے انکار کر دیا اور نہ صرف انکار بلکہ بہ حمایت اللہ ان باتوں کا بیہودہ
ہونا بیان کر کے اور مہدی اور مسیح کے منصب کو صرف روحانی تعلیم تک محدود رکھ کر ان کی آرزوؤں
کو خاک میں ملا دیا۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دین کا کمال یہ نہیں ہے کہ کوئی مصلح آتے ہی خدا
تعالیٰ کے بندوں کو قتل کرنا شروع کرے یا قتل کے منصوبے باندھے کوئی سچائی قتل کرنے سے
ثابت نہیں ہوگی بلکہ اس پر الزام آئے گا۔ بلکہ دین کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ دلائل شافیہ
اور براہین ساطعہ کے روشن اور مجلّی ہتھیار رکھتا ہو نہ یہ کہ ایسا دین ہو کہ لوہے کی تلواروں کے
ساتھ اپنی سچائی تسلیم کرانا چاہے۔ اور اسلام نے اگر کسی زمانہ میں تلوار اٹھائی تو وہ دین کی اشاعت
کے لئے ہرگز نہیں تھی بلکہ جنہوں نے اسلام پر تلوار اٹھائی اور اسلام کو نابود کرنا چاہا ان کو اسلام
نے تلوار کے ساتھ جواب دیا مگر اسی حد تک جو امن قائم ہو جائے اور عام آزادی میں کوئی روک
نہ رہے پھر دوسرے زمانوں میں اکثر نادانوں میں غلطیاں پھیل گئیں اور انہوں نے ابتدائی جہادوں
کی اصل حقیقت کو الٹے طور پر سمجھ لیا۔ پس انہیں غلطیوں کے نابود کرنے کے لئے ہم نے کمر ہمت
باندھی۔ سو دجّال کے لفظ سے مراد دجل کرنے والے لوگ ہیں یعنی ایسے لوگ جن کو کسی زمانہ
میں حق ملا تھا مگر انہوں نے حق کو خالص نہ رہنے دیا بلکہ اس کے ساتھ باطل ملا دیا اور سکہ
قلب چلایا۔ سو ہر یک محقق کی دانست میں اس زمانہ کے پادری ایسے ہی ہیں کیونکہ ان کا ایک

پاک ہدایت ملی تھی اور وہ انجیل تھی جس میں سراسر نیک اور پاک تعلیم اور الٰہی اسرار تھے۔ مگر انہوں نے اوراق اس کے ساتھ اس قدر باطل ملایا اور باطل تاویلیں کیں کہ اب اُس کا وہ خدا نہیں جس کا جلال ظاہر کرنے کے لئے حضرت مسیح تشریف لائے تھے اور جو ایک سادہ تعلیم سے انجیل میں بیان کیا گیا تھا بلکہ انہوں نے اپنی رکیک تاویلوں کے ساتھ اس پاک تعلیم کو ایسا بدل ڈالا کہ گویا ایک نئی انجیل بنائی۔ پس جبکہ دجل کی حقیقت ان پر ثابت ہے تو اس صورت میں ایسے معلموں کو اگر ہم دجّال نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔

دجّال کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملا دے۔ بیشک حضرت مسیح باخدا انسان تھے۔ خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ نہایت مقدس تھے۔ مگر یہ تعلیم ان کی نہیں ہے جو آجکل دی جاتی ہے۔ الٰہی انصاف ہرگز یہ حکم نہیں دے سکتا کہ زید گناہ کرے اور خالد پکڑا جائے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ خدا بھی بیٹے رکھتا ہو اور پھر باپ بیٹا عُمر میں کمال میں، جلال میں مساوی اور تین بھی ہوں اور پھر ایک بھی۔ یہ سب الٰہی تعلیم پر زیادت ہے جو بدقسمت انسانوں نے دلیری سے کر لی ہے ورنہ انجیل میں تثلیث کا نام و نشان نہیں۔ اگر حق محض پر زیادت کی جائے تو اس زیادت کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرتکب کا نام دجّال ہے۔ اور چونکہ آئندہ کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اس لئے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجّال کہلائیں گے سو یہ دجل پادریوں کے حصہ میں آیا۔ اس لئے جو شخص اس کی اصلاح کرے اس کا نام مسیح ہے کیونکہ اس نے مسیح کی سچی اور پاک تعلیم کو جھوٹ سے الگ کر کے دکھلا دیا۔ پس اس خیال سے جو اس نے خدا سے قوت پا کر مسیح کے خاص عہدے کا کام کیا مسیح کہلایا اور مسیح موعود ٹھہرا۔ اور چونکہ اس نے خدا تعالیٰ سے ہدایت پائی نہ کسی دوسرے ہادی سے اس لئے وہ مہدی بھی ٹھہرا سو ہمارے مذہب کی اصل حقیقت یہ ہے اور جو شخص اس کے برخلاف کہے وہ دروغگو ہے۔ والسّلام علٰی من اتبع الھُدٰی۔

المشتھر خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی۔ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء

(گلزار محمدی پریس لاہور میں باہتمام مالک چھپی) (یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے صفحوں پر ہے)